سوال

(02)احکام عقیقہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

علمائے دین عقیقہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ وہ واجب، سنت یا مستحب ہے اوراس کے کیا کیا احکام ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جمہور کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت ہے واجب نہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے، مگر قول جمہور زیادہ صحیح اور درست ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کرنا ثابت ہے اوراس کا ترک ثابت نہیں نیز جب وجوب کی کوئی دلیل نہیں تو سنت ہوا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوچیز بغیر ترک کے ثابت ہو وہ سنت ہے جب تک کہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہ ہو اور جو حدیث میں بلفظ 'امر' وارد ہے کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرو، جیساکہ حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مع الغلام عقیقة فأہریقوا عنه دما وأمیطوا عنه الأذی)

(رواہ الجماعة الا مسلما، کذافی منتقی الاخبار، صحیح ابن ماجہ البانی 2/206، ترمذی البانی 2/92، ارواء الغلیل حدیث 1171 بیہقی 8/299)

"لڑکے کے پیدا ہونے کے ساتھ عقیقہ ہے اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اوراس سے ایذا کو (یعنی حجامت وغیرہ بنواکر) دور کرو۔ مسلم کے علاوہ جماعت نے روایت کیا۔

یہ امر وجوب کےلئے نہیں ہے کہ اس سے وجوبِ عقیقہ پر دلیل لائی جائے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے (جو آئندہ آئے گی) کہ جو شخص عقیقہ کرنا چاہے کرلے، اس اختیار دینے سے صراحةً معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ حدیث سابق کے امر کے صیغہ کو وجوب پر محمول نہ کیا جائے، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت ہوسکے۔

احناف کے نزدیک عقیقہ کا حکم:

امام ابو حنیفہ رحمة اللہ علیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عقیقہ مستحب ہے سنت نہیں، مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ کسی فعل میں شرع کی طرف سے اختیار سنت کے مخالف نہیں، اس لئے کہ سنت میں بھی اختیار حاصل ہوتا ہے، بلکہ مستحب وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی لیا اور کبھی چھوڑا ہو۔ کما لا یخفی علی الماہر بالاصول

(قولہ "فأہریقوا عنہ دما" تمسک بہذا وبقیۃ الاحادیث القائلون بانہا واجبۃ، وہم الظاہریۃ والحسن بصری، وذہب الجمہور من العترۃ وغیرہم الی انہا سنۃ وذہب ابوحنیفۃ الی انہا لیست فرضا ولا سنۃ، وذہب ابوحنیفۃ الی انہا لیست فرضا ولا سنۃ، وقیل انہا عندہ تطوع، احتج الجمہور بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحب أن ینسک عن ولدہ, فلیفعل، وسیأتی، وذلک یقتضی عدم الوجوب لتفویضہ الی الاختیار فیکون قرینۃ صارفۃ لاوامر نحوہا عن الوجوب والسنیۃ، ولکنہ لایخفی انہ لا منافاۃ بین التفویض الی الاختیار وبین الفعل الذی وقع فیہ التفویض سنۃ) (نیل الاوطار (5/140

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "فأہریقوا عنہ دما" اوردوسری احادیث سے قائلین وجوب نے استدلال لیا ہے اوروہ ظاہری اور حسن بصری ہیں۔ سادات جمہوراوران کے علاوہ کے نزدیک سنت ہے اورابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنت اورکہا گیا کہ ان کے نزدیک نفل ہے۔ جمہور نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "جسے پسند ہوکہ وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرے تووہ کرلے" جو آئندہ آئے گا، اوراختیار دینا عدم وجوب کا متقاضی ہے، سو یہ ایسا قرینہ صارفہ ہے جو اس قسم کے اوامر کو وجوب سے استحباب کی طرف تحویل کردیتا ہے اوراس حدیث سے عدم وجوب سے سنیت کا استدلال کیا گیا ہے اوریہ بات مخفی نہیں ہے کہ فعل اختیاری اور فعل مسنون میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (نیل الاوطار)

عقیقہ کا وقت :

بچہ پیدا ہونے کے ساتویں، چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا بہتر ہے۔

عن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل غلام رہینۃ عقیقۃ تذبح عنہ یوم سابعہ ویسمی فیہ ویحلق راسہ۔ رواہ الخمسۃ والترمذی۔ (منتقی الاخبار) ویدل علی ذلک ما اخرجہ البیہقی عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العقیقۃ تذبح لسبع ولاربع عشرۃ ولاحدی وعشرین ([1])

(نیل الاوطار 5/140، ابن ماجہ البانی 2/206، مشکوٰۃ 4153، بیہقی 9/303، ابوداوٗد، 2838)

"حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا اس کا نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے۔ اوراسی طرح بیہقی میں عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عقیقہ کا جانور ساتویں، چودھویں اوراکیسویں دن ذبح کیا جائے۔"

اوراگر اکیسویں دن عدم قدرت یا کسی اورسبب سے نہ کرسکے توجب قدرت ہو تو کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ... ٢٨٦ سورة البقرة

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

اور بلوغت کے بعد والد وغیرہ سے طلب کرنے کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ بذاتِ خود اپنی طرف سے کرلے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنا عقیقہ کیا ہے، جیسا کہ بیہقی میں ہے:

العقیقۃ سنۃ مؤکدۃ ووقتہا من الولادۃ الی البلوغ ویسقط الطلب عن الأب، والأحسن ان یعق عن نفسہ تدارکا لمافات، والخبر أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد النبوۃ، لما رواہ البیہقی، وتکلم بعض العلماء بصحۃ ہذا الخبر، وسبع البدنۃ والبقر کشاۃ۔ (الشرح القویم فی شرح مسائل التعلیم ابن حجر الہیتمی الشافعی، بیہقی 9/300)

"عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اور اس کا وقت ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک ہے اور بلوغت کے بعد باپ سے طلب کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اور بہتر ہوگا کہ جو چھوٹ گیا ہے اس کا تدارک خود اپنی جانب سے عقیقہ سے کر لے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنی طرف سے خود عقیقہ کیا تھا (بیہقی) اور بعض علماء نے اس خبر کی صحت پر کلام کیا ہے کہ اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ایک بکری کے برابر ہے۔"

(الشرح القدیم للهیتمی) ([2])

لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا کرنا چاہیے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن العقیقة، قال: لا احب العقوق وکانه کره الاسم، فقالوا یا رسول الله انما نسئلک عن احدنا یولد له، قال من احب منکم ان ینسک عن ولده فلیفعل عن الغلام شاتان مکافئتان و عن الجاریة شاة۔

رواہ احمد 2/82 و ابوداؤد 2/547، والنسائی 7/162 (رواہ احمد 2/182 و ابوداؤد 2/547، والنسائی 7/162 (منتقی الاخبار، بیہقی 9/300، مصنف عبدالرزاق (4/330

"عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو ناپسند کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم تو آپ سے اس بچے کے متعلق پوچھتے ہیں جو کسی کے ہاں متولد ہو آپ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی۔ منتقی الاخبار)

و عن ابن عباس رسول الله صلی الله علیه وسلم عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وقال کبشین (کذا فی منتقی الاخبار 2/312) بیہقی 9/302، ترمذی البانی 2/93، ابوداؤد 2/547، فی نسائی، کبشین کبشین وھو: اصح

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے ایک ایک مینڈھا (بطور عقیقہ کے) ذبح کیا"۔ ([3]) (ابوداؤد) اور نسائی نے کہا: دو دو مینڈھے (ذبح کئے) (منتقی الاخبار)

اور عقیقہ کے جانور کے تمام احکام قربانی کے مثل ہیں، کیونکہ حدیث کی رو سے دونوں کے مابین کوئی فرق ثابت نہیں ہوتا مگر جن عیوب سے قربانی کے جانور کا مبرا ہونا ضروری ہے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) ان سے عقیقہ کے جانور کا مبرا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

الثانی یشترط فیها ما یشترط فی الأضحیة وفیه وجهان للشافعیة فقد استدل باطلاق الشاتین علی عدم الاشتراط وهو الحق لکن لا لهذا الاطلاق بل لعدم ورود ما یدل ہہنا علی تلک الشروط والعیوب المذکورة فی الاضحیة وهی احکام شرعیة لا تثبت بدون دلیل۔ (نیل اوطار 5/146)

"دوسرا مسئلہ یہ کہ اس (عقیقہ) کی وہی شروط ہیں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس مسئلہ میں شافعیہ کے دو قول ہیں اور دو بکریوں کے اطلاق سے شروط کے معدوم ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جو کہ صحیح مذہب ہے لیکن یہ استدلال اطلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ عدم دلیل کی بنا پر ہے جو ان مذکورہ شرائط و عیوب پر دلالت کریں جو قربانی میں پائی جاتی ہیں"۔ (نیل الاوطار)

عقیقہ کے گوشت کا حکم:

عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی جیسا ہے یعنی کرنے والا خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے، یہ جو مشہور ہے کہ باپ عقیقہ کا گوشت نہ کھائے بالکل بے اصل ہے۔ اسی طرح عقیقہ سے دائیہ کو مروجہ طریق پر دینا ضروری نہیں لیکن اگر وہ محتاجوں کے زمرہ میں آتی ہو تو مستحق ہوگی، چنانچہ اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ بھی ایسا ہی صادر ہو چکا ہے۔ نیز لڑکے کا سر منڈانا اس کے بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے خیرات کرنا اور اس روز نام رکھنا بھی سنت ہے اور لوازماتِ عقیقہ سے ہے، جیسا کہ منتقی میں ہے:

وعن أبو رافع، أن الحسن حین ولد أرادت فاطمة أن تعق عنه بکبشین، فقال ﷺ: لا تعقی عنه ولکن احلقی شعر رأسه فتصدقی بوزنه من الورق۔ ثم ولد حسین فصنعت مثل ذلک۔ (رواہ احمد کذا فی منتقی الاخبار) (نیل الاوطار 5/144)

"حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف سے دو مینڈھوں کے عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی طرف سے عقیقہ نہ کرو لیکن اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو انہوں نے وہی عمل دہرایا۔"

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کرنے سے جو منع فرمایا تھا وہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ کر دیا تھا، جیسا کہ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔

قولہ "لا تعقی عنه" قیل یحمل ہذا علی انه قد کان صلی اللہ علیہ وسلم عق عنه وہذا متعین لما قدمنا فی روایة الترمذی والحاکم عن علی رضی اللہ عنہ (نیل الاوطار 5/145)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کا عقیقہ نہ کرو یہ اس پر محمول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ خود کر دیا تھا اور یہ تطبیق ترمذی اور حاکم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے کی گئی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بتسمیة المولود یوم سابعه ووضع الاذی عنه والعق۔ رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب (نیل الاوطار 5/143، منتقیٰ 2/312)

"حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں روز نومولود کے نام رکھنے، سر منڈانے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔"

اور عقیقہ کی مناسبت سے یہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے روز داہنے کان میں اذان کہنی چاہیے اس میں لڑکی اور لڑکے کا ایک حکم ہے۔

عن ابی رافع قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أذن فی أذن الحسن حین ولدته فاطمة بالصلاة۔ رواہ احمد وکذلک ابوداؤد والترمذی وصححه، وقالا: الحسن

(کذا فی منتقی الاخبار 2/313، مسند احمد 6/8 مصابیح السنہ 3/146، ابوداؤد کتاب الادب حدیث 333 ترمذی البانی حسن صحیح 2/97 بیہقی 9/305، مصنف عبدالرزاق 4/336)

قد حررہ ابو خیر محمد یٰسین الرحیم آبادی ثم العظیم آبادی عفی عنہ۔ (در شان محمد یٰسین نازل شدہ جلپوری)

اسمائے گرامی مؤیدین علماء کرام:

محمد عبید اللہ 1291ھ

فقیر محمد عبدالحق 1295ھ

الجواب صحیح، حمید اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ۔

الجواب صحیح، محمد طاہر سلہٹی۔

محمد عبید اللہ، مصنف تحفۃ الہند۔

عقیقہ سنت ہے اگرچہ کیفیت وکمیت میں سہولت ہے۔ امیر احمد پشاوری

الجواب صحیح۔ ابوالقاسم محمد عبدالرحمن۔

یہ جواب صحیح ہے۔ حررہ ابو علی محمد عبدالرحمن الاعظم گڑھی المبارکفوری۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح حررہ ابو عبداللہ فقیر اللہ متوطن ضلع شاہپور پنجاب

مجیب صاحب نے جواب محققانہ دیا ہے اور بہت صحیح ہے لیکن یہ ضرور یاد رکھیں کہ عوام الناس بلکہ بعض خاص میں بھی یہ مشہور ہے کہ لڑکے کے لئے نر اور لڑکی کے لئے مادہ چاہیئے تو یہ قطعا غلط اور بے اصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے خواہ نر ہو یا مادہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یضرکم ذکرانا او اناثا۔ کذا فی ابی داود والترمذی والنسائی والمشکاۃ وغیرہا وکذا فی الشروح الجبار مثل فتح الباری وغیرہ (ترمذی 2/92 ارواء الغلیل 4/391، مشکوٰۃ البانی 2/1208)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے کوئی حرج نہیں خواہ نر ہو یا مادہ۔" (ابوداود، ترمذی وغیرہ)

اور اذان کا حکم یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولود اُم الصبیان (ایک بیماری ہے جس سے غشی کے دورے پڑتے ہیں) سے محفوظ رہے گا۔"

(فی مسند ابی یعلی الموصلی عن الحسین رضی اللہ عنہ مرفوعا من ولدلہ ([4]) ولد فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ یسری لم تضرہ ام الصبیان ([5]) رواہ فی جامع الصغیر وکذا فی المرقاۃ وفی شروع السنۃ: ان عمر بن عبدالعزیز کان یؤذن فی الیمنی ویقیم فی الیسری اذا ولد الصبی۔ انتہی

"مسند ابو یعلی الموصلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کے دائیں کان میں اذان کہے اور بائیں میں اقامت تو اس بچہ کو ام الصبیان (بیماری) نقصان نہیں دے گی۔ نیز شرح السنۃ میں ہے کہ حضرت ([6]) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہتے تھے۔" (شرح السنہ 11/273)

---

[1] عقیقہ ساتویں روز کرنا ہی سنت ہے جس طرح سے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ ساتویں، چودھویں اور اکیسویں روز عقیقہ والی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے اور اس کے ضعف کا سبب اسماعیل بن مسلم المکی ہے جس کے بارے میں صاحب بلوغ الامانی نے کہا ہے: وہو ضعیف لکثرۃ غلطہ ووہمہ۔ کہ وہ اپنے کثرتِ اغلاط واوہام کی بنا پر ضعیف ہے۔ (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، ج 13 ص 129) (خلیق)

[2] (الف) عقیقہ میں قربانی کی طرح حصے نہیں ہوسکتے :

عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے اونٹ اور گائے میں اشتراک کرنا مشروع نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں ایک اہم فرق ہے وہ یہ کہ :

عقیقہ میں خاص بچے کی طرف سے خون بہایا جاتا ہے جو کہ اصل مقصود ہے اور یہی چیز قربانی میں اشتراک سے مانع ہے، جبکہ ایک قربانی خواہ ایک بکری ہو تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔ اسی سے متعلق حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

ولکن سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق واولی ان تتبع وھوالذی شرع الاشتراک فی الھدایا، وشرع فی العقیقۃ عن الغلام دمین مستقلین لایقوم مقامھما جزور ولا بقرۃ (تحفۃ المودود باحکام المولود ص 57)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی حقیقت میں اس لائق اور استحقاق رکھتی ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قربانی میں اشتراک (حصوں) کو مشروع قرار دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عقیقہ میں بچے کی طرف سے دو مستقل خون بہانے مقرر فرمائے ہیں۔ اونٹ اور گائے ان دونوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

(ب) عقیقہ میں صرف دو بکرے یا بکریاں ہی سنت ہیں :

عقیقہ میں سنت کے مطابق "عن الغلام شاتان مکافتان وعن الجاریۃ شاۃ" بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنی چاہیے۔ دوسرے جانور مثلاً اونٹ گائے وغیرہ کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا تھا۔ جیسا کہ "ارواء" میں ہے : نفس لعبد الرحمن بن ابی بکر غلام فقیل لعائشۃ، یاام المومنین عقی عنہ جزورا، فقالت، معاذاللہ، ولکن ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : شاتان مکافتان (ارواء الغلیل ج 4 ص 390، وقال الالبانی اسنادہ حسن)

کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا اے ام المؤمنین اس کی طرف سے اونٹ کا عقیقہ کر دیجئے! تو آپ نے فرمایا : اللہ کی پناہ! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (وہ کروں گی) دو بکریاں برابر۔ (خلیق)

[3] اس حدیث میں دلیل ہے کہ لڑکے کی جانب سے ایک ہی جانور پر اکتفا جائز ہے اور دو کی تعداد شرط نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی 5/87) (خلیق)

[4] یہ روایت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ اس سند میں جبارہ بن مغلس ضعیف ہے اور یحییٰ بن العلاء متھم بالوضع اور طلحہ بن عبیداللہ مجہول ہے۔ مسند ابی یعلی 12/150، تحقیق مولانا ارشاد الحق اثری

درست بات اَذّن فی اُذن الحسن بن علی حین ولدتہ فاطمۃ بالصلاۃ رافع عن ابیہ۔

مزید (مسند احمد 12/151، مصابیح 13-146، ابوداؤد ادب 5/333، ترمذی احمد شاکر 4/97، مسند احمد 6/9، شرح السنۃ 11/273، مصنف عبدالرزاق 4/336، مشکوٰۃ البانی 2/1209)۔۔۔(جاوید)

[5] اسے صاحب التلخیص الجبیر حافظ ابن حجر العسقلانی نے بھی اسے درج کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ بحوالہ منہاج المسلم، مرتب : للشیخ الجزائری۔ (خلیق)

[6] عبیداللہ بن ابی رافع عن ابیہ قال : رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَذّن فی اُذن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ بالصلاۃ حین ولدتہ فاطمۃ۔۔۔ (مصنف عبدالرزاق 4/336)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

صفحہ: 114

محدث فتویٰ